

اہل سنت کا نشان
ماہنامہ **بقیہ**
MARCH 2006
مفت سلسلہ 143

حضرت رضا بریلویؒ کی شخصیت

تصور عشق کے حوالے سے

تحقیق و تحریر علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجیب القادری
تکشیہ علامہ مصطفیٰ محمد عطاء اللہ نقوی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میٹھا در کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله ﷺ

نام کتاب : حضرت رضا بریلوی کی شخصیت تصور عشق کے حوالے سے

مصنف : علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم قادری

حواشی : علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

ضخامت : ۲۸ صفحات

تعداد : ۲۰۰۰

اشاعت نمبر : ۱۴۳

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، بیٹھار، کراچی۔ 74000 فون: 2439799

پیش لفظ

جو ذات پاک حکم مادر میں بچے کی صورت گری کرتی ہے وہی ذات خیالات و احساسات کی صورت گر بھی ہے۔ پیدا فرمانے والے نے چہروں کو تار دینے والا بنایا اور قلوب کو تار قبول کرنے والا۔ ہر چہرہ ایک رنج میں تاثیر رکھتا ہے اور یہ دائرہ تاثیر صدیوں اور زمانوں پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔ یہ خالق کے اپنے کام ہیں وہی آنکھوں کو بینائی عطا فرمانے والا ہے اور وہی نظاروں کو رعنائی عطا فرماتا ہے۔ وہ خود ہی محبت پیدا فرماتا ہے اور خود ہی محبوب پیدا فرماتا ہے۔

عشق و محبت کی تعریف بڑی مشکل ہے اس پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، افسانے رقم ہوئے، شعراء نے عشق و محبت کے قصیدے لکھے، مرثیے کہے، عشق و محبت کی کیفیات کا ذکر ہوا، وضاحتیں ہوئیں لیکن اس کی جامع تعریف نہ ہو سکی۔ ہاں بات صرف اتنی ہے کہ ایک چہرہ جب انسان کی نظر میں آتا ہے تو اس کا انداز بدل جاتا ہے، اسے کائنات بدلی بدلی سی لگتی ہے بلکہ ظاہر و باطن کا جہاں بدل جاتا ہے۔

عشق و محبت سے آشنا انسان کی زندگی نثر سے نکل کر شعر میں داخل ہو جاتی ہے وہ اندیشہ ہائے سود و زیاں سے نکل کر جلوہ جاناں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کی تنہائی میں میلے اور میلیوں میں تنہائیاں ہوتی ہیں، وہ ہنستا ہے تو بے سبب، روتا ہے تو بے جواز، عشق و محبت کی کائنات جلوہ محبوب کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ محبت کو محبوب میں کجی یا خامی نظر نہیں آتی، اگر نظر آئے بھی تو محسوس نہیں ہوتی محسوس ہو بھی تو ناگوار نہیں گزرتی۔ کسی شاعر کا بہت اچھا شعر ہے:-

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں عشق تو فنیق ہے گناہ نہیں

صاحبو! عشق کے لغوی معنی کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا ہے عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن اہل زبان نے ان میں فرق کیا ہے۔ محبت جب شدت اور نحویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کہتے ہیں یعنی عشق جو ہے وہ محبت کی Superlative ڈگری کا نام ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجاز کیا ہے اور حقیقت کیا ہے۔ آئیے! عشق مجازی کی حقیقت اردو ادب کے مشہور شاعر مرزا غالب کے اس شعر کے تناظر میں سمجھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:-

کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے اک دماغ کا

مجھوں کا لیلیٰ کے عشق میں صحرانوردی کرنا مجاز ہے، شیریں اور فرہاد کے افسانے مجاز ہیں، ہیر رانجھا کے قصے مجاز ہیں لیکن نبی کا عشق حقیقت ہے، نبی کی آل کا عشق حقیقی ہے، نبی کے اصحاب کا عشق حقیقی

ہے، عشق رومی و جامی حقیقی ہے، عشق بلال و ابولیس حقیقی ہے، احمد رضا کا عشق حقیقی ہے۔ احمد رضا! کون احمد رضا؟ وہی احمد رضا جو عاشقوں کے امام ہیں، وہی احمد رضا جنہوں نے عشق کو ایک نیا انداز اور ایک نئی جہت عطا کی فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فروں کرے خدا جس کو ہو درد کا مزانہ دوا اٹھائے کیوں
ایک اور جگہ آبروئے عاشقان امام احمد رضا یوں فرماتے ہیں:-

اے عشق تیرے صدمے جلنے سے چھٹے جیو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
ذرا انداز تو ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں کہ: ہم نے اپنے سینوں میں عشق نبی کی وہ آگ روشن کی ہے جو جہنم کی آگ کو بجھا دے گی۔ ایک اور جگہ عاشقوں کے سردار اپنے آقا و مولیٰ سے اپنے والہانہ جذبات کا یوں اظہار فرماتے ہیں:-

لحد میں عشق زرخ شاہ کا داغ لے کر چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے
احمد رضا تمہارے قلم پر قربان تمہاری زبان پر نذر تمہاری فکر پر تصدق تمہارے آہنگ پر نثار تم
نے کتنے عظیم اور کتنے حسین محبوب کا انتخاب کیا ہے، تم نے انتخاب کیا بھی تو کس کا؟ محبوب رب العالمین کا
جو تمام جہانوں سے پیارا ہے۔

بلاشبہ عشق و محبت کی تاریخ میں راہ محبت کا ہر راہی یاد رکھا جائے گا لیکن رومی و جامی اور احمد رضا کے نام آسمان محبت پر مہر و ماہ کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اس لیے بھی کہ وہ عاشق ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ خادمان عشق و محبت ہیں۔ خصوصاً "احمد رضا جو محبت کرتا ہی نہیں محبت سکھاتا بھی ہے" عشق رکھتا ہی نہیں عشق کا معلم بھی ہے، جلتا ہی نہیں راہ محبت میں جلنے کا روح گیر درس بھی دیتا ہے۔ احمد رضا تم کتنے خوبصورت لگتے ہو جب جان کا نکت کی دلیز پر جھولی پھیلائے۔ محض ان کے حسن کی خیرات مانگتے ہو۔

لب واپس آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے
آخر میں سلام کہتا ہوں احمد رضا کے نام، احمد رضا کے آفاق گیر کلام کے نام، کام کے نام اور..... نام کے نام اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں احمد رضا کے عشق کے چند چھینٹے مرحمت فرمائے۔

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس منفرد مضمون کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی 143 ویں اشاعت کے طور شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے یہ مضمون حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی تصنیف "امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ" سے حاصل کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین.....

حضرت رضا بریلوی کی شخصیت

تصور عشق کے حوالے سے

دنیا عاشقوں سے خالی نہ کبھی تھی اور نہ اب ہے، ہر دور اور ہر زمانے میں ان آشفتمہ حالوں نے اپنے آہ سرد اور نفس گرم سے خزاں رسیدہ چمن کو بہار نو سے آشنا کیا، قَالَ اللَّهُ وَ قَالَ الرَّسُولُ کی صدائے دلنواز سے اُجڑی بستیاں آباد ہوتی رہیں۔ بگڑے نصیبے سنورتے رہے۔ کیوں نہ ہو کہ عشق رسول ان کی حیات کا عرفان اور محبت نبی ان کی شخصیت کی پہچان تھی۔

حضرت رضا بریلوی اُن ذیوانگان کوچہ مصطفیٰ کی بھیڑ میں بھی اپنی شخصیت کی امتیازی خصوصیت کے اعتبار سے بہت سوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی شخصیت عشق کی بھٹی میں تپ کر، محبت کی چھلنی میں چھن کر، اور احترام و ادب کی میزان پر ثل کر ایسی نرالی، البیلی اور معیاری ہوئی تھی کہ ان کی صبح و شام ان کی حرکت و عمل ان کی زندگی و حرارت عشق مصطفیٰ کے جلوہ ہائے خوش رنگ سے ایسی مُرّض تھی کہ ایوان رضا سے محبت کے جام اب تک لٹائے جا رہے ہیں اور پیانہ ہے کہ خالی ہونے کا نام نہیں لیتا۔ شبتان رضا کے جس گوشے پر نظر ڈالئے ہر گوشہ تجلیات عشق کا مُرّقع معلوم ہوتا ہے۔ ان کے فکر و عمل کے آفاق پر محبت محبوب خدا ایسی چھائی ہوئی تھی کہ وہی تصور ان کی شخصیت کا عرفان بن کے رہ گیا ہے، عشق رسول سے ہٹ کر ان کی شخصیت کا خاکہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا..... عشق رسول ان کے جسم میں جان کی حیثیت سے رچا بسا، اور گھلا ملا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی نجی زندگی سے لے کر تخلیقی شاہ پاروں تک ہر جگہ عشق ہی عشق اور محبت ہی محبت کے انوار برس رہے ہیں۔

قرنِ اولیٰ سے لے کر آج تک عاشقان رسول برابر ہوتے رہے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا سب سے بڑا سرمایہ عشق رسول ہی کو سمجھا ہے ایسا سرمایہ کہ جان دے کر بھی ہاتھ آ جائے تو اڑاں ہے۔

حضرت رضا بریلوی مقام عشق میں اس بلندی پر فائز ہیں، جہاں شرار عشق سے نشین

آباد ہوتے ہیں، جہاں حرکتِ نفس سے ادب کے چراغ جلتے ہیں، جہاں جلوہ ہائے رنگین سے ویرانیاں آبادیوں سے بدلتی ہیں۔ جہاں آتشِ سینہ سے بوئے کباب آرہی ہے اور آہِ سرد دوائے درد بن جاتی ہے۔ جہاں جمالِ محبوب، کمالِ محبوب، اور خیالِ محبوب کے سوا کچھ نہیں..... جدھر دیکھئے نور ہی نور، جہاں دیکھئے سرور ہی سرور ہے..... جلووں کی برسات میں پوری فضا بھیگی بھیگی سوز و پیش کی بہتات سے پتھر ملی زمین بھی گیلی گیلی معلوم ہوتی ہے وہ عشق اور تقاضائے عشق کے رموز و نکات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا قرینہ و ادب کوئی آپ کے قلبِ عظمت آشنا سے پوچھے، اور محبتِ رسول کی دودھیا چاندنی سے فیضِ اکتسابی کا طریقہ و قاعدہ کوئی آپ کی شخصیت سے سیکھے۔ رقمطراز ہیں۔

"جب حرمِ محترم مدینہ میں داخل ہوا، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے۔ روتا، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے چلے۔ ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پایِ نبی پائے نہ بینی کہ تو کجایِ نبی ما جب در مسجد پر حاضر ہو صلوة و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے، گویا سرکار سے اذنِ حضور کا طالب ہے، اس وقت جواب و تعظیم واجب ہے، مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے، زہارِ زہماز، اس مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے، یقین جان کہ وہ مزارِ اعظم و انور میں بحیاتِ ظاہری، دنیاوی، حقیقی ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں، حضور ہمارے ایک ایک قول و فعل، بلکہ دل کے خظروں پر مطلع ہیں۔ اب وہ وقت آیا کہ دل کا رخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوبِ عظیم الشان ﷺ کی آرامگاہ رفیع الکمان ہے، گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، لرزتا، کانپتا بید کی طرح تھر تھراتا، ندامتِ گناہ سے عرقِ شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع و وقار، خشوع و انکسار کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو،

یعنی سر رکھنے کی جگہ ہے جہاں تو پاؤں رکھتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ قدم کہاں رکھتا ہے۔

سوا سجدہ و عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو، بجالا، زہارِ جالی شریف کے بوسہ و مس سے دور رہ کر خلاف ادب ہے، اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجرا و تسلیم بجالا۔ بہ آوازِ حزیں، و صورتِ درد آگیز، و دلِ شرمناک و جگر صد چاک، معتدل آواز سے نہایت نرم و پست، نہ بہت بلند و سخت، عرض کر۔

الصلوة والسلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

السلام علیک یا رسول اللہ

السلام علیک یا خیر خلقی اللہ

السلام علیک یا شفیع المذنبین

السلام علیک و علی الک و أصحابک أجمعین (۱)

دل میں اگر آقا کی محبت و عظمت جلوہ آرا ہو تو پھر دل خود ہی تعظیم کے لئے بے قرار ہوگا، بلکہ تعظیمِ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم ہی میں داروئے شفا اور دوائے قرار ملے گا۔ اداۓ محبوب کی بہاروں سے لطف اندوز ہونا ہی سرمایہ حیات معلوم ہوگا۔ تمام عرفاء و اولیاء اسی اعتقادِ عظمت و تعظیم کے ساتھ اپنی پوری زندگیوں میں کار بند رہے، امام مالک علیہ الرحمہ نے تعظیمِ رسول کے پیشِ نظر مدینہ طیبہ میں کبھی سواری نہ کی، اس کے لئے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی بس یہی دلیل کافی تھی کہ خدا و رسول نے اس تعظیم سے منع نہیں فرمایا ہے۔

حضرت رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:-

"بوجہ اطلاقی آیات، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے، حسن و محمود رہے گی۔ اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوتِ جداگانہ درکار نہ ہوگا، ہاں اگر کسی خاص طریقے کی بُرائی بالتحصیل شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا، جیسے حضور اقدس ﷺ کو سجدہ کرنا، یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا، اسی لئے علامہ ابن حجر مکی "جوہر منظم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

نبی ﷺ کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُلوہیت

میں شریک کرنا نہ ہو، ہر طرح امر مستحق ہے، ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔ (۲)

محبوب کے ذکر و تذکرے سے اپنے وجود کو نور و سرور بخشا، ان کی یاد سے روح و دل کو آباد و شاد کرنا، ان کے تصور و خیال سے طمانیت و سکینت کا سامان کرنا انہی کو دیکھنا، انہیں کی سننا، اور انہیں کے فکر و دھیان میں گم رہنا، اور حیات کے ان لحظوں کو سرمایہ حیات سمجھنا، یہی تو ایک سچے عاشق کی پہچان اور اس کے عشق کا عرفان ہے۔ پھر یاد ان کی جنہیں زمانہ یاد کر رہا ہے۔ ذکر ان کا جن کے ذکر کو خدا نے اپنا ذکر بنا لیا ہے، بات ان کی جن کی بات اصل حیات اور حاصل کائنات ہے۔ پھر کیوں نہ عشاق ان کے ذکر و فکر میں مست و سرشار رہیں۔

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

"نبی ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے، کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ لہذا نبی ﷺ کی یاد مجالس و محافل میں یوں ہی ہوتی ہیں کہ حق تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے۔ یہ کمال عطا فرمائے۔ اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی ہمارے آقا ﷺ ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے درجے دیئے، اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ کی قبیل سے ہوگا۔ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِسَعْدِهِ﴾ ۲ و آیت کریمہ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى﴾ ۳ کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ۴، اور بلند کیا ہے ہم نے

۱ البقرہ: ۲۵۳/۲

۲ بنی اسرائیل: ۱۱۷

۳ التوبہ: ۳۳/۹

۴ الانشراح: ۴/۹۴

تمہارے لئے تمہارا ذکر، امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفا شریف" میں اس آیت کریمہ کی تفسیر سید ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں، (جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذِكْرُكَ ذِكْرِي) (۱) یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد یعنی خدا کی یاد ہے، پس حکم اطلاق جس طریقے سے ان کی یاد کی جائے گی حسن و محمود ہی رہے گی۔ (۳)

آقائے کائنات فخر موجودات علیہ التحسین والتسلیمات کے اختیار و عطا پر انہیں ایسا یقین حاصل تھا کہ کسی اور کی طرف ان کی غیرت نے کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے آقا کے کرم پر اعتماد کیا اور آقائے کونین نے اپنے در کے اس خلص منگٹا کی نگہداشت فرمائی، ہمیشہ اس کی ہر ضرورت پوری فرمائی، اور عنایتوں سے ایسا مال مال کیا کہ عالم خوشی و بینوادی میں وہ ہمیشہ اس عنایت بے نہایت پر وجد کتناں رہے۔ دیکھئے دیر رسول اقدس پر ان کے ایقان و اذعان کی یہ کیفیت، فرماتے ہیں:-

"بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ سہی مگر لا واللہ ہمارا گھکانہ تو ان کی بارگاہ بیکس پناہ کے سوا نہیں۔

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے بلکہ لا واللہ اگر بغرض غلط، بالفرض باطل عالم میں ان سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں۔ وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کر لیا، اور اسی کی وجہ کریم کو حمد قدیم ہے، اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے۔ جس کا کھائیے۔ اس کا گائیے۔

چون دل بادبیرے آرام گیرد
وصل دیگرے کے کام گیرد
یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی

اے واہ وہ حبیب را کلید ہمہ کار
باران درود بر رخ پاش بار
دستہ کہ بدامان کریش زدہ ایم
زہار بدست دیگر افش مسپار
تیرے کلڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
حضور کے اختیار و اقتدار کا، ان کے تصرف و تحکم پر کس طرح دل و جان سے وہ یقین و
ایمان رکھتے تھے، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے قضائے عصر اور پھر رجعت شمس کا واقعہ تحریر
کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ اسے خلافت رب العزت کہتے ہیں، کہ ملکوت السموات والارض میں ان کا
حکم جاری ہے، تمام مخلوق الہی کو ان کے لئے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا
کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے"۔ (۵)

۱۔ یعنی، جب دل دبیر کے ساتھ آرام لیتا ہے تو دوسرے کی ملاقات سے کیسے مراد حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ یعنی، اے واہ وہ محبوب کو تمام کاموں کی کنجی حاصل ہے ان کے پاک مزار پر رحمت برسا دے بار بار، وہ ہاتھ
جن سے ہم نے ان کے دامان کرم کو تھاما ہے وہ ہرگز دوسروں کے ہاتھ میں نہ دے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا لطف و کرم، غنّواری امت، آپ کی نوازش و بخشش و رحمت کا
تذکرہ جب آتا تھا تو آپ کے سینے میں آتش شوق بھڑک اٹھتی تھی۔ ایک حدیث کہ رحمت عالم
ﷺ نے ارشاد فرمایا..... تَغْفَاكَ اللَّهُ أَمْرٌ دُنْيَاكَ وَ أَمَّا أَمْرٌ آخِرُكَ فَلَنَا لَهَا ضَامِنٌ،
اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام درست کر دے، اور تیری آخرت کے معاملے کا تو میں ذمہ دار
ہوں..... اس حدیث کے تفصیلی ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

پھر اٹھا ولولہ یاد بیابان عرب پھر کھنچا دامن دل سوئے مغیلاں حرم
اللہ اللہ اس حدیث صحیح کے پچھلے جملے نے..... محبوب اجمل ﷺ کی آتش شوق
سینے میں بھڑکا دی، مٹا اپنے پیارے آقا، مہربان مولیٰ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے
ہر پھر کرو ہیں کا وہیں رہا جائیں۔ بلکہ واللہ یہ مٹتا اپنے پیارے کریم مالک کے ذر
اطہر سے ہٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انہیں کا گھر ہے، اولیا کے یہاں
آئے تو انہیں کا در ہے، ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انہیں کا گھر ہے۔

کوئی اور ان کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں
یک چرائیست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا می گری انجمنے ساختہ اند ما
آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
یعنی، آسمان دسترخوان، زمین دسترخوان، سارا زمانہ مہمان میزبان ہونے کا شرف صرف آپ کو
حاصل ہے۔

اپنے اس نظریہ کو انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔ ہر جگہ
حضور ﷺ کی فضیلت کی نئی روشنی دکھائی، اور عظمت کے نئے نئے شمس و قمر کھلائے ہیں۔ اس طرح
۱۔ یعنی، ایک چراغ ہے اسی گھر میں تو اس کی روشنی سے چہرہ بھی دیکھتا ہوں تو ایک انجمن لگائی ہوئی ہے۔

مقام مصطفیٰ ﷺ پر انہوں نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ بزم کون و مکان میں ان کے محبوب کے مرتبے کا اور کوئی نہیں۔ بلکہ وہی اصل عالم اور جان جہاں ہیں۔۔۔۔۔ اہل نظر کے یہاں حقیقت محمدیہ، وجوب امکان کے درمیان برزخ کبریٰ ہے۔۔۔۔۔ وہ فرماتے ہیں۔

"جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ذات حق ہے۔ باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود۔ یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفیٰ ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیض موجود۔۔۔۔۔ مرتبہ کون میں نور احمدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اور مرتبہ نگوین میں نور احمدی آفتاب اور سارا جہاں اس کے آئینے، و فی ہذا القول۔

خَالِقُ كُلِّ الْوَرَى رَبُّكَ لَا غُورُ
نُورُكَ كُلُّ الْوَرَى غَيْرُكَ لَمْ، لَيْسَ، لَنْ
أَحَى لَمْ يُوجَدْ..... وَلَيْسَ مُوجُودًا..... وَلَنْ يُوجَدْ أَبَدًا

نور محمدی ﷺ کا جس طرح عالم اپنی ابتداء وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا۔ کچھ نہ بنتا، یونہی ہرشی اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتاً فنائے محض ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی، جان ہے تو جہاں ہے

وہ مصطفیٰ ﷺ کو تمام "ماکان وما یکون" کا عالم مانتے ہیں اور اصحاب معرفت سے اس پر بہت دلائل اپنی تصانیف "خالص الاعتقاد"، "الفیوضات المکیہ" وغیرہ میں پیش کرتے ہیں۔

ما یعنی ہر مخلوق کا خالق تیرا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں، نور تیرا کل جہاں ہے تیرے سوا نہ کوئی پایا گیا، نہ موجود ہے، نہ پایا جائے گا۔

بہت سے دلائل واقوال ائمہ سے فراغت کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

"یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے۔۔۔۔۔ مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان رکن رکن پاک، مبارک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ، سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العالمین (۸)

بارگاہ رسول سے ان کو جو وارفتگی کی حد تک وابستگی تھی۔ شاید ہی ایسی ان کی کوئی کتاب ملے جو اس ذوق و عرفان سے خالی ہو۔ آپ کے زمانے میں وہ لوگ پیدا ہو چکے تھے جو پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علوم و کمالات میں بے جا کلام کرتے اور بے ادبی و گستاخی سے پیش آتے، بارگاہ رسالت کی توجہ و عطا سے آپ پوری قوت کے ساتھ ان تمام باطل عقائد و نظریات کا رد فرماتے۔ آقائے کونین کا ان پر کرم کیسا مسلسل تھا، اور کس طرح آپ کو توانائی ملتی تھی۔ حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔۔۔۔۔ فرماتے ہیں۔

"میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا۔ اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور ﷺ کے لئے معیار کامل ہے۔ وہ یہ کہ کسی مفہم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چاہی طور پر ہوتا ہے۔

(۱) یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔

(۲) یاد دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے۔

(۳) یا جسے نہ دی، وہ اس کا اہل نہ تھا۔

(۴) یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بھاری۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحت قدرت الہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکریمین۔ ہر جواد سے بڑھ کر جواد۔ اور حضور اقدس ﷺ ہر فضل و کمال کے اہل۔۔۔۔۔ اور حضور سے زائد اللہ عز و جل کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے

فضائل، جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں۔ مولیٰ ﷺ نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔ (۹)

اپنے محبوب مالک کو نبین ﷺ کی عزت و عظمت کے گمن گانا ہی ان کی زندگی و بندگی کا حاصل و خلاصہ معلوم ہوتا ہے۔ چاہے اس کے بدلے میں دشمنان رسول انہیں گالیاں دیں، طعن و طنز کے پتھر برسائیں۔ وہ تو بس ایک وفادار غلام کی طرح جس طرح بھی بن سکے خدمت کی نعمت چکنے نہ پائے۔ اس فریضہ میں کوتاہی نہ ہو ہر دم اس فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر دن کی ڈاک سے جہاں بہت سے توصیف نامے آتے تھے، وہیں گالی ناموں کا بھی ڈھیر ہوتا تھا۔ مگر وہ رے درویش عشق وہ یہ سوچ کر چل چل اٹھتے کہ۔

"جتنی دیر وہ مجھے گالی دیتے ہیں اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں" خود فرماتے ہیں۔

"واللہ العظیم" وہ بندہ خدا بخوشی راضی ہے اگر یہ دشنامی حضرات ابھی اس کے بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول (ﷺ و ﷺ) کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگالیں کہ روزانہ اس بندہ خدا کو پچاس ہزار مغلفہ گالیاں سنائیں، اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے باز رہنا۔ اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندہ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدست اسراہم کو گالیاں دیں تو اس ہم بر علم۔ اے خوش نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء و اجداد کی آبرو بدگوئیوں کی بد زبانی سے محمد رسول اللہ ﷺ کی آبرو کے لئے سپرد ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندہ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا کیا خاکے اڑاتے ہیں۔ مگر وہ اصلاً

۱۔ عظمت والے خدا کی قسم ۲۔ گالیاں دینے والے ۳۔ ڈھال

قطعاً اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطا ہوا کہ بعونہ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے کہ جتنی دیر مجھے برا کہتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔

قَبْلَ أَنْ أُبْسَى وَوَالِدِي وَعِزِّي لِعِزِّ مَحْمُودٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ مَا

(خلاصہ فوائد فتاویٰ (۱۳۲۳ھ) امام احمد رضا (۱۰)

اور اپنے اس مومنانہ طرز عمل پر انہیں کیسی طمانیت روح نصیب ہے حرمین شریفین کے اکابر علماء کی زبان و قلم سے مدح سن کر اتراتے ہیں نہ دشمنوں کی گالیاں سن کر گھبراتے بلکہ ہر حال میں خداوند کریم کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ ان اعظم اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اتراتا ہے، بلکہ اپنے رب کے حسن نعت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا۔۔۔۔۔۔ (یہ بندہ) ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیاں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ پریشان ہوتا۔ بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب ﷺ کی عزت کی حمایت کرے۔ گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔ (ایضاً ص ۳۹، ۵۰، ملخصاً) (۱۱)

حضرت رضا بریلوی کے اندر خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت ابتدا ہی سے تھی۔ بلکہ یہ چیز ان کی فطرت میں دخیل کر دی گئی تھی، حالات و ماحول کے تقاضے سے بہت سے مراحل ایسے آتے ہیں کہ انسان کے نظریہ میں نزاکت آ جاتی ہے، آدمی اپنے مسلمہ اصولوں سے بھی

یعنی، بے شک میری اور میرے آباء کی عزت، حضرت محمد ﷺ کی عزت کے لیے ڈھال ہے

ہے..... حضرت رضا بریلوی قدس سرہ خواب میں تو بار بار زیارت جمال اقدس سے شرفیاب ہوئے مگر اس بار خاص روضہ مقدسہ کے حضور عالم بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جو ان کے کمال عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا پتہ ثبوت ہے۔ (۱۴)

بارگاہ رسالت سے وہ کتنے قریب تھے، مدینہ کا فیضان کس طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر برستا تھا۔ نبی رحمت کی نظر رحمت کس طرح انہیں اپنے جلووں سے سرشار رکھتی تھی۔ آپ کے شاگرد خلیفہ مولانا برہان الحق اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"سنچ کو قصائی محلہ (بہمنی) میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والد ماجد اور چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹک کر بیٹھا تھا۔ مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، ایمان افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا۔ خواب میں دیکھا ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضا منور ہے، درود و سلام کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت منبر سے نیچے کھڑے دست بستہ "الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" پڑھ رہے ہیں چشم مبارک سے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور پوری مسجد صلوٰۃ و سلام کی آواز سے گونج رہی ہے۔ میں بھی صلوٰۃ و سلام میں شامل ہو گیا، اعلیٰ حضرت کے آنسو جاری تھے۔ اور جس والہانہ انداز سے جو صلوٰۃ و سلام تھے وہ عجیب کیف افزا تھا جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ صلوٰۃ و سلام سے فارغ ہو کر اعلیٰ حضرت منبر پر تشریف لائے آدھ گھنٹے بعد دعاء پر تقریر ختم ہوئی..... ہم اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس ہوئے راستہ میں چچا سے میں نے مسجد میں دوران وعظ خواب کا ذکر کیا۔ خواب کا واقعہ سن کر والد اور چچا میں یہ گفتگو ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مدینہ طیبہ اور حضور اکرم ﷺ کی محبت و عظمت و توقیر و تعظیم پر بیان فرما رہے تھے یکا یک کافی بلند آواز سے "الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" کہہ کر منبر سے اتر کر ہاتھ باندھ

کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے قبلہ رخ کھڑے ہو گئے۔ ولادت مبارکہ کا ذکر نہ تھا۔ نہ وعظ ختم کرنے کا ہی کوئی انداز تھا۔ اعلیٰ حضرت کی باطنی، روحانی نظر مبارک نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اس لئے فوراً منبر سے اتر آئے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرنے لگے۔ ایک صاحب سفید گھنی داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے اعلیٰ حضرت کے سامنے قریب بیٹھے ہوئے ہیں آنسو جاری ہیں..... انہوں نے ذکر شروع کیا۔ رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیان دروازے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور محیط ہو گیا ہے۔ اور "الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" کی آواز پر آنکھ کھولی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوٰۃ و سلام پڑھ رہا تھا، یہ سن کر والد ماجد نے عرض کیا حضور یہ منظر برہان نے بھی دیکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صرف یہ فرمایا۔ "یہ سرکار اعظم ﷺ کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی..... الحمد للہ (۱۵)

جذبات محبت کے کیف میں سرشار اس طرح کے بہت سے واقعے ہیں جو ان کی زندگی کے حقائق کے عکاس ہیں، بارگاہ رسول میں جن سے ان کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے، نامور صاحب قلم علامہ ارشد القادری ایک واقعہ کی منظر نگاری یوں کرتے ہیں۔

"بریلی کے اسٹیشن پر ایک سرحدی پنٹھان کہیں سے اتر متصل ہی نوری مسجد میں اس نے صبح کی نماز ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس نے پوچھا "یہاں مولانا احمد رضا خاں نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں؟" ان کا پتہ ہو تو بتا دیجئے، "ایک شخص نے جواب دیا..... یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر "سوداگران" نام کا ایک محلہ ہے وہیں اس کے علم و فضل کی راجدھانی ہے۔ سرحدی ٹھان اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سوال کیا۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟..... جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقے سے میرا تعلق ہے۔ وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا گاؤں ہے۔ جہاں میرا آبائی مکان

ہے..... آپ مولانا احمد رضا خان کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟..... اس سوال پر اس کے جذبات کے بیجان کا عالم قابل دید تھا، فوراً ہی آبدیدہ ہو گیا..... "یہ سوال نہ چھیڑیے تو بہتر ہے" کہہ کر خاموش ہو گیا..... اس پر اسرار جواب سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ زیادہ مہر ہو گئے تو اس نے بتایا..... "میں نے گزشتہ شب جمعہ کو نیم بیداری کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی لذت میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اے خوش نصیب اولیائے مقررین اور ائمہ سادات کی نورانی محفل جہاں بریلی کے "احمد رضا" نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار لپیٹی گئی ہے۔ اور انہیں قطب الارشاد کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے۔ میری نگاہوں میں اب تک جھلک رہی ہے۔ اس دن سے میں اس مرد مومن کی زیارت کے لئے پاگل ہو گیا ہوں۔ اس کے قدموں کی ارجندی پر اپنی عقیدتوں کا خراج لٹانے کے لئے بے چین ہوں۔ میں اس کی زندگی کی صرف اداؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کی بدولت، غوث الوری کی بارگاہ سے لے کر، سرکار رسالت کے حریم قدس تک ہر جگہ اسے تقرب خاص کا اعزاز حاصل ہے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا "ستھ خداوندی کے مطابق قطب الارشاد کی سند اسی کو عطا کی جاتی ہے۔ جو اعتقاد و سلامتی دین کی صحیح فکر و نظر اور اہل اسلام کی خیر خواہی میں روئے زمین پر منفرد شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ اس منصب عظیم پر فائز ہونے والے کھلی آنکھوں سے سرکار رسالت کی روحانیت کبریٰ کا نظارہ کرتے ہیں..... قطب الارشاد کے قریب پہنچ کر دل کے لطائف جاگ اٹھتے ہیں اور آنکھوں کے میخانے سے عشق رسالت ﷺ کی سرمستیوں کی شراب طہور ہر وقت چمکتی رہتی ہے۔ سرحدی پٹھان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا..... "آپ حضرات قابل رشک ہیں کہ اپنے وقت کے قطب الارشاد کے چشمہ فیضان کے کنارے شب و روز کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ بے تابی شوق میں اٹھا اور تیز قدم بڑھاہٹے ہوئے

محلہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔

مظفر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے (۱۶)
اس ایک واقعہ میں دوسرے بہت سے غیر معمولی پہلوؤں کے سوا ایک تا بناک پہلو یہ ہے کہ عشق رسول کی برکتوں نے آپ کو منازل ولایت میں ایک اہم منزل۔ عظیم منصب "قطب الارشاد" پر فائز کر دیا تھا۔ اس شان ولایت کی توثیق متعدد واقعوں سے ہوتی ہے۔
مخدوم الملت، محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

"میں اپنے مکان پر تھا، اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر "قطب الارشاد" کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں، چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا، تو ہمارے گھر میں کھرام پڑ گیا" (۱۷)

پوری زندگی اپنے آپ کو سبب بارگاہ رسالت کے زمرے میں شامل کر لینے کی آرزو رکھنے والا عاشق صادق جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو رحمت کونین کی مہربانیوں کی موسلا دھار بارش میں اس کا پورا وجود شربور تھا۔
بیٹ المقدس کے ایک شامی بزرگ، ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ:-

حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے۔ وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ فِذَاكَ اُنْبِیْ وَ اُنْبِیْ

میرے ماں باپ حضور پر قربان کس کا انتظار ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "احمد رضا کا انتظار ہے"، انہوں نے عرض کی "احمد رضا کون ہیں؟" حضور نے فرمایا: "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔" بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوقِ ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشقِ رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ وہ ۲۵ صفر (۱۳۴۰ھ) کو اس دنیا سے سوئے کوئے جاناں روانہ ہو چکا ہے۔ (۱۸)

حالات و مشاہدات بول رہے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی "فنائی الرسول" کے درجہ اعلیٰ، مرتبہ کبریٰ پر متمکن تھے۔ اسی لئے ان کا ہر قول و فعل تصورِ رسول کی جاں بخش کرنوں سے مجلی ہوتا تھا۔ ان کی تحریرات سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ بارگاہِ رسالت سے اشارے ہوتے تھے۔ اور آپ اسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ دل کی پوری یکسوئی کے ساتھ ان کا "تصورِ عشق" اور "مقاماتِ عشق" کی تفصیل دیکھئے۔ کسی نے کسی شاعر کے شعر کے حوالے سے عشق میں "میخواہم نمی خواہم" کی تشریح چاہی ہے..... رقمطراز ہیں۔

"شاعر اباب تمکین سے نہیں جو ایک حال پر مستقیم و مستقر رہے بلکہ اصحابِ تکوین میں سے ہے جن پر وارداتِ مختلفہ مقتضی قضا یا ئے مختلفہ وارد ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ان احوال گونا گوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "میخواہم" تو ظاہر ہے کہ عشق میں اہل ہدایت کی یہی حالت ہوتی ہے وہ اپنی خواہش کے پابند ہوئے ہیں۔ اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں۔ اور "نمی خواہم" تین مقامات مختلفہ سے ناشی ہے، جن میں ایک دوسرے سے اعلیٰ ہیں۔

مقام اول:- ادنیٰ مقام "جوشِ عشق و رشک" ہے یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے

خلش رقیب جلوہ گر ہو، مگر "حبیب و رقیب" ہدایتِ مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے نظر براں جب رشک جوش کرتا ہے، حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویت رقیب نہ ہوگی۔ اور رویت رقیب ہرگز منظور نہیں۔ اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے۔ رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہوگا، اور بیدار حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقام دوم:- اوسط "مقام فنائے ارادہ در ارادہ محبوب" یعنی خواہشِ دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب مقبلی ہو۔ مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مراد نہ پاؤں، جب فنائے ارادہ فی ارادہ الحبیب کا مقام وار ہوتا ہے میں اپنی اس خواہشِ دلی سے درگزر کرتا ہوں۔

میل من سوئے وصال رقصد او سوئے فراق
ترک کام خود گرفتہ تا برآید کام دوست
فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے ما

مقام سوم:- اعلیٰ مقام "فنائی المحبوب" کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہے۔ غیر و اضافات، و نسبت، و تعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر اور رویتِ حبیب کا تصور بھی تصورِ غیر ہے۔ کہ رویتِ تین چیزوں کو چاہتی ہے، رائی، مرئی، اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ حبیب کو جاننا بھی بے تصورِ نفس ممکن نہیں۔ کہ حبیب وہ جس سے محبت ہو۔ اور محبت کو ہر دو حاشیہ محبت و محبوب و اضافت میں چارہ نہیں۔ جب میں ہمہ تن "فنائی المحبوب" ہوں۔ تو رقیب، حبیب و رویت و عدم رویت کو کون سمجھے؟ اور ارادہ و خواست کدھر سے آئے؟ لاجرم اس وقت ان ما یعنی، میرا میلان وصال کی طرف رقص کرتا ہے اور وہ فراق کی طرف، اپنی مراد کو ترک کر دیا ہے تاکہ دوست کی مراد پوری ہو جائے۔ فراق و وصل کے بجائے دوست کی رضا طلب کر کہ اس کے غیر کی تمنائوں کے سوا کچھ نہیں۔

میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هَذَا الْمَقَامَ فِي رِضَاكَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مُصْطَفَاكَ وَآلِهِ
وَ اَوْلِيَآئِهِ وَ كُلِّ مَنْ وَالَاكَ (۱۹)

حضرت رضا بریلوی کا یہ تصور عشق سامنے رکھے اور ان کی سیرت کا وہ گوشہ دیکھئے
جہاں وہ دشمنانِ خدا اور رسول پر شمشیر براں نظر آتے ہیں۔ محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے جو
محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت رضا بریلوی کی وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں..... فرماتے ہیں.....

جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ
ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں زرا بھی گستاخ دیکھو۔ پھر وہ
تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح
نکال کر پھینک دو۔ (20)

پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری حضرت رضا بریلوی کے اس انداز پر اظہار خیال کرتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت
تقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب
و شانستگی سے رگرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر
آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین، ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ براں لئے نظر
آتے ہیں۔ دونوں کے طرز عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے" (21)

امام احمد رضا کی تقید بجا، بے محل اور ناموزوں نہیں ہوتی تھی بلکہ بڑی چچی تلی اور انتہائی
سنجیدگی و متانت کی حامل ہوتی تھی۔ ان کی تقیدات و تعاقبات کا سنجیدہ و متین قاری یہ فیصلہ لئے
بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے بنام تقید جو بھی تحریر حوالہ قرطاس کی ہے وہ۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد جا

کا صحیح مصداق ہوتی تھی اسی لئے بہت سوں نے ان کی تحریرات کا مطالعہ کر کے راہِ حق،
صراطِ مستقیم کو اپنایا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے وہ خود فرماتے ہیں۔

"دیکھو نری کے جو فوائد ہیں وہ سختی سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے..... جن لوگوں
کے عقائد مذہب نہیں ان سے نری برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں" (22)

حضرت رضا بریلوی کے سامنے چونکہ اسلامیات کا پورا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا تھا
اس لئے وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے آقا کو اپنی امت سے کتنا پیار تھا پھر بھلا وہ اس تعلق کو بھلا
کیسے سکتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنے محبوب کی امت میں سے جس فرد یا جماعت کو صراطِ مستقیم
سے بہکا ہوا پایا تو ایک وفادار عاشق کی طرح محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے محبت بھری
تنبیہ فرمائی ایسے موقع پر ان کی تحریر سے پیار کی شبنم پتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ جب نسبتوں کے
تعلق سے معمولی بھول چوک کو بھی فرو گذاشت نہیں کر سکتے تھے تو بھلا تفصیل و توہین کا خفی سے خفی
پہلو بھی کیسے گوارہ کر لیتے۔ نسبتوں کے تعلق سے اگر تھوڑی سے بے توجہی اور غفلت پائی تو چونکہ
اٹھے۔ اور وہ نیاز مند انداز اپنایا کہ قلوب خود بخود نسبتوں کی عظمت کے قائل ہو گئے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنا واقعہ اور مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ:-
انہیں کا رافقاء پر لگانے سے پہلے گیارہ روپے کی شیرینی منگوائی اور اس پر حضور غوث
اعظم علیہ السلام کی فاتحہ دلائی شیرینی حاضرین میں تقسیم ہوئی۔ پھر کیا ہوا حضرت محدث صاحب علیہ
الرحمہ کی زبانی سنئے۔

"اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے، سب حاضرین کے ساتھ میں کھڑا ہو گیا
..... حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے، سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا
ہو رہا ہے، دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین

۱۔ یعنی، دل سے اٹھتا ہے دل پر گرتا ہے۔

پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس واقعے کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔" (23)

حضرت رضا بریلوی کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان ہے "النور والنورق" اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آپ زمزم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ..... "اس کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے کیوں کہ وہ ایک مقدس پانی ہے" یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زمزم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے۔ کیوں کہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آپ زمزم بلکہ کوثر سے بھی افضل ہے۔ اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سب پانیوں سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے۔ جو بار بار براہ اعجاز حضور انور، سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا۔ اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں۔ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب! (24)

حضرت رضا بریلوی کے عشق کا مزاج اور محبت کا بانگین ملا خطہ ہو جہاں بے جان چیزوں کو آقائے کونین سے کسی طرح نسبت حال ہو گئی ان کا بھی ادب آپ کے مذہب عشق میں ضروری ہو گیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضور سید عالم ﷺ کا موئے مبارک، یا جبہ مقدسہ، یا فعل شریف، یا کاسہ مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے..... ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا، ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے" پھر اسی حکم کے تعلق سے فائدہ کا عنوان دے کر حاشیہ میں مسئلہ بیان فرماتے ہیں..... مسئلہ "حضور اقدس ﷺ کے آثار شریفہ، مثل جبہ مقدس

وعلین مبارک کا غسل، شفاء برکت قابل وضو معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے (25)

علماء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ زمزم افضل ہے یا کوثر، شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس ﷺ کا دل مبارک اس سے دھویا۔ حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے..... اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور ﷺ کو۔ تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔ اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں..... "اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفصیل کوثر کو ہے" پھر کوثر کی فضیلت پر آپ نے پانچ دلائل پیش فرمائے ہیں وہ سب دلیلیں آپ کی طبعزاہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

(1)..... آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے۔ تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔

(2)..... زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور اللہ عز و جل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔

(3)..... کوثر کا پانی جنت سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کوثر میں جنت سے دو پرنا لے کر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا، اور فرماتے ہیں سن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔

(4)..... کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لئے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابدالاً باتکبھی پیسا نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔

(5)..... اللہ عز و جل نے عطاء کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل ﷺ پر احسان عظیم رکھا کہ ﴿اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ﴾۔ بے شک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل و یکتا ہو کوثر

ما سورة الكوثر ۱۱۰۸

عطا فرمایا..... تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ عزوجل ہم فقراءے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم ﷺ کے کف کرم سے اس میں سے پینا نصیب فرمائے۔ آمین (26)

اس فاضلانہ بحث سے کوثر اور زمزم کا جو فرق ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے..... کہ زمزم کی نسبت حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے اور کوثر کی حضور محبوب رب العالمین کی طرف۔ اور ہر وہ چیز جسے آپ ﷺ سے شرف نسبت حاصل ہو جائے افضل ہے۔ پھر امام احمد رضا جیسا قبح عالم جاننا عاشق رسول کوثر پر زمزم کی فضیلت کیسے تسلیم کر لیتا۔ گرچہ علمائے احناف کے اقوال پیش نظر نہیں تھے مگر ذریعہ اور جودت فکر سے کوثر کی فضیلت پر دلائل کے انبار لگا دیئے جن کے سطر سے ان کا عشق خاموش بولتا، مسکراتا اور جھانکتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اخیر سطر کہ

"اللہ عزوجل ہم فقراءے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کف کرم سے پینا نصیب فرمائے" میں تو عشق کا جہان آباد فرما دیا ہے، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تمنا اور سعادت اندوز حسرت ہے۔ اس ایک حسرت پر کوثر کا ہر عیش و عشرت قربان۔

علماء کے درمیان یہ مسئلہ بھی بڑا معرکہ الا را ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ اپنے اپنے انداز اور پرواز خیال کے دائرے میں سب نے شواہد و حقائق کے اجالے ہی میں گفتگو کی ہے مگر عاشق جمال مصطفوی حضرت رضا بریلوی کے عارفانہ حل اور عاشقانہ جواب کی بات ہی کچھ اور ہے مختلف پیرایہ بیان میں ایک ہی سبیل عشق کی روانی ہے۔ جو جذبہ محبت کی کہانی سنار ہی ہے۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہد
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے
شان جمال طیبہ جاناں ہے نفع محض
وسعت جلال مکہ میں سود و ضرر کی ہے

کعبہ اللہ کا گھر ہے اور گنبد خضر اسرور کوئین کا کاشانہ، دل نا صبور سخت حیران ہے کہ کس کو افضل جانے؟ خدا کے گھر کو کہ محبوب خدا کی آرام گاہ کو۔ یہ وہ نازک فیصلہ ہے جو کوئی بندہ عشق ہی کر سکتا ہے، سنئے عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا خان کیا کہتے ہیں۔ اور داد دیجئے ان کے عشق و عقیدت کے انداز کو کہ محبت کی شان بھی بچالی اور محبوب پر آنچ بھی نہ آنے دی..... فرماتے ہیں۔

کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر
ساری بہار دلہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب و غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں بھیلی، انیلی دولہن مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز و صل یہ ہے یہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

فرش گیتی پر صحابہ کرام و مقدس نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے بلا واسطہ خورشید رسالت اکتاب نور و فیض کیا۔ قرآن اور صاحب قرآن کے حسین جلوؤں سے جن کے دل کی آبادی ہمیشہ مست و شاداب رہی۔ جن کی عظمت و شان کا خطبہ قرآن کریم نے پڑھا۔

حضرت رضا بریلوی کو صحابہ کرام سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان سے گرا ہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا۔ اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی ہی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ علامہ طحاوی جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ یہ جملہ کہہ دیا کَمَا قَوْهُمْ بَعْضُ الصَّحَابَةِ جِيسَا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا حضرت رضا بریلوی کو سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "أَقُولُ هَذَا لَفْظًا بَعِيدًا عَنِ الْأَذْبِ فَلْيَجْعَلْ " میں کہتا ہوں یہ لفظ ادب سے بعید ہے اسلئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (27)

سوچنے کی بات ہے جب وہ صحابہ کے لئے ایسے الفاظ سننے کے لئے تیار نہیں جن سے ان کی معمولی سی بھی تحفیفِ شان ہوتی ہو تو پھر آقائے کونین کے بارے میں ان کے تطہیر خیال، علوئے فکر، نفاذِ الفاظ، نفاستِ بیان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، ان کی شخصیت کے جس رخ کو دیکھئے وہ تو بس رخِ روشن کی تجلیات پر فکر و تصور کی متاعِ گراں بہا لٹانے ہی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اس تصور میں وہ ایسے مست تھے ہر بندہ مومن سے وہ اسی جذبہ احترام کی امید کرتے تھے ان کے اپنے متعینہ عشق کی حدود سے متجاوز الفاظ و انداز پر ان کی غیرت کا تیر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے..... سرورِ کائنات ﷺ کے نام پاک کے ساتھ کبھی کبھی بعض احباب "ص" "صلعم" اور انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "ع" "م" لکھ دیتے تھے، یہ انہیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے، ایک خط میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں.....

"تاتار خانیہ" سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ درر میں بالواسطہ نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار "ع" لکھنا کفر ہے، کہ تحفیفِ شانِ نبوت ہے (28)

مخصوص یہ ہوتا ہے کہ ان کی سوچ و فکر پر بھی غیرتِ عشق کے پہرے بیٹھے تھے ہر وقت ان کی نگاہیں عظمتِ محبوب کائنات کا نظارہ کرنے ہی میں محو رہتی تھیں۔ ان کی رگ رگ میں جو ہم "عشق" کے شرارے دیکھتے ہیں یہ جلوہ محبوب میں ڈوبے ڈوبے رہنے ہی کا فیضان معلوم ہوتا ہے۔ اب تو سیرت سرکارِ دو عالم کے عرفان کے لئے آپ کی شخصیت معیارِ کامل کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ اساطینِ علم و فن جب کسی فکر میں عاجز ہو جاتے تو آپ کی یاد آتی اور آپ کی شخصیت کے حوالے سے فکر و فن کا جائزہ لیا جاتا اور حیرت یہ ہے کہ کبھی کسی کو آپ کی بارگاہ سے مایوسی نہیں ہوئی۔ عظیم مورخ مولانا شاہ محمود احمد رافقی تحریر فرماتے ہیں۔

"حکیم عبداللطیف فلسفی (خاندان اطباء لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرنسپل تھے) نے ایک موقع پر بیان فرمایا تھا کہ دارالعلوم

معدنیہ، عثمانیہ، اجیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدر آباد دکن نے اکابر علماء حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹوکی، حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، چیئر مین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا کہ "حضور انور ﷺ کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟ مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا اس کا جواب صرف مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ دیتے مگر افسوس کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں، مولانا کے اس فرمان کی تمام علماء نے تائید کی" (29)

بس یہ کہ عشقِ مصطفیٰ کی چلتی پھرتی تصویر کا نام تھا احمد رضا، عظمتِ صحابہ کے پاسبان کا نام تھا احمد رضا۔ اکابرینِ ملت کی توقیر و تعظیم کے داعی کا نام تھا احمد رضا وہ اس دھرتی پر محبوبِ خدا کی محبت کا امین بلکہ نمائندہ تھا۔ ذرا ان کی محبت کا یہ نرالا انداز دیکھئے۔

"جب کوئی صاحبِ حج بیت اللہ شریف کر کے خدمت میں حاضر ہوتے پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا۔ فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے، ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے۔ چنانچہ حسبِ عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضر ہوئی، وہ ابدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں ہاں حضور مگر صرف دو روز قیام رہا، آپ نے فوراً قدمبوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا "وہاں کی سانسیں بھی بہت ہیں آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا (30)

یوں تو آپ کی سیرت و شخصیت کا ہر پہلو گوہرِ تاجدار ہے۔ قلم کی ہر تحریر عظمت و وقار کا شاہکار ہے۔ لیکن خاص طور پر شانِ الوہیت، مقامِ نبوت، اور مرتبہ ولایت جیسے موضوعات پر جب دفاعی مورچہ سنبھالا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ دامنِ قرطاس پر دلائل کے ڈھیر نہیں لعل و گوہر کے خزینے ہیں جو ادب احتیاط کی پیشانی کا جو مرہن کردلوں کی اجڑی زمین کو درخشاں کر رہے ہیں۔

قُوَّةُ إِلَّا بِاللَّهِ۔ وہی حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ۔ ائمہ دین نے تصریح فرمائی وہاں ان نیتوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لئے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے۔ ورنہ زہار الفاظ حدیث طلب علم، اصلاح مسلمین، جہاد، تجارت حلال اور ملاقات صالحین وغیرہ مقاصد کے لئے سفر سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث بروایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی۔ لَا يَنْبَغِي أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا (ترجمہ) ناکہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کے جائیں سوا مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے، تو خود حضور اقدس کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (32)

کسی سائل نے آپ سے استفتاء کیا کہ حضور ﷺ کی زیارت شریف کا کیا حکم ہے۔ اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع و منکر فضل شرعاً کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں ناموس رسالت کی حرمتوں کے پاسان حضرت رضا بریلوی نے ایک جامع رسالہ "البارقة الشارقة على مارقة المشاركة" سپرد قلم فرمایا پورا فتویٰ عقل و نقل اور فکر و استدلال کے بے شمار شواہد سے لبریز ہے۔ اور سطر سطر عشق و ادب کے کیف میں شراہور ہے۔ ذیل میں اس فتوے کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

"زیارت سراپا طہارت حضور پر نور سید المرسلین ﷺ بالقطع والیقین باجماع مسلمین افضل قربات و اعظم حسنات سے ہے، جس کی فضیلت و خوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ، بے دین، یا کوئی سخت جاہل، سفید غافل، سحرہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم اور کیوں نہ ہو خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا۔ اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔ قَالَ اللَّهُ يَحْيَا وَتَعَالَى ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَانُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا لَّرَجِعُوا إِلَى اللَّهِ (ترجمہ) اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم (یعنی گناہ و جرم) کریں سیری بارگاہ نیکس پناہ میں حاضر ہوں۔ پھر گناہ سے مغفرت مانگیں۔ اور مغفرت چاہے ان کے لئے رسول تو بے شک اللہ عز و جل کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

امام سبکی "شفاء السقام" اور شیخ محققؒ "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں.....

علماء نے اس آیت سے حضور اقدس ﷺ کے حالی حیات، حال وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا، اور ہر مذہب کے مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پر انوار اس آیت کی تلاوت کو آداب زیارت سے گنا.....

ابن عدی وغیرہ کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي ۱۔ جو حج کرے۔ اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ علامہ علی قاری "شرح لباب" میں اس سند کو حسن اور وہی "شرح شفاء" و "در رمضیہ" اور امام ابن حجر "جوہر منظم" میں حج بہ فرماتے ہیں۔ انہیں دونوں کتابوں میں فرمایا نبی ﷺ کی جفا حرام ہے۔ ۲۔ تو زیارت نہ کرنا متضمن جفا ہے۔ حرام ہوا۔ ۳۔ اسی طرح ترک زیارت کے موجب جفا ہونے میں

۱۔ سورۃ النساء ۱۲
۲۔ یعنی شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۳۔ اس حدیث کو ابن عدی نے "الکامل" میں اور امام تقی الدین سبکی شافعی نے "الشفاء السقام فی زیارة خیر الأنام" (الباب الأول فی الأحادیث الواردة فی زیارة نصحاء الحديث الخامس، ص ۲۷، مطبوعة: النورية الرضوية، لاہور میں، ابن عدی کے طریق روایت کیا ہے اور علامہ احمد بن حجر مکی نے "الجوہر المنظم" (الفصل الثالث فی التحذیر من ترک زیارته ﷺ مع استطاعتها، ص ۲۸، مطبوعة بالمطبعة الخيرية، الطبعة الأولى، ۱۳۳۱ھ میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ علامہ ابوالحسن ابن عساکر لکھتے ہیں جس نے حج کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (کے روضۃ الطہر) کی زیارت نہ کی اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جفا کی اور اس نے جو کیا وہ اچھا نہ کیا، اسی طرح جو آپ ﷺ کا پڑوسی ہے اور حرمین شریفین کے مابین واقع دیہاتوں کا باسی ہے وہ بغیر کسی مانع کے زیارت نہ کرے تو اس نے اسأت کی۔

(اتحاف الزائر، ص ۱۹-۲۰، مطبوعة: مرکز اہلسنت، برکاتہ الرضا، ہند)

۵۔ علامہ احمد بن حجر مکی لکھتے ہیں: وَجَفَانُهُ حَرَامٌ فَقَدْ مَنَعَ زِيَارَتَهُ الْمُتَضَمِّنُ لِحَفَاتِهِ

متعدد حدیثیں آئیں کہ حضرت والا علامہ قدس سرہ (والد ماجد رضا بریلوی) نے "جواہر البیان" شریف میں ذکر فرمائیں، اور شک نہیں کہ افراد میں اگرچہ کلام ہو۔ مجموعہ حسن تک فترقی حسن اور حسن اگرچہ لغیرہ ہوکل احتجاج میں کافی..... جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی، خواب میں حضور پر نور سید المجاہدین ﷺ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں "مَا هَذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بَلَالُ أَمَا أَنْ لَكَ أَنْ تَزُورَنِي يَا بَلَالُ"۔ بلال! یہ کیا جفا ہے اے بلال! کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ عنہ۔ غمگین و ترساں و ہراساں، بیدار اور فوراً بے قصد مزار پر انوار جانب مدینہ خُذ الزَّحَالَ فرمایا۔ جب شرف حضور پایا قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پاک پر ملنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین تشریف لائے، بلال ﷺ، انہیں سینے سے لگا کر پیار کرنے لگے، شہزادوں نے فرمایا! ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں۔ بہ شغف مجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے۔ گئے جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، تمام مدینہ لرزہ میں پڑ گیا۔ جب أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا لرزہ دوبالا ہوا۔ جب اس لفظ پر پہنچے أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، کنواری نو جوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں۔ اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس ﷺ مزار پر انور سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور ذی الجلال ﷺ کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مردوزن میں وہ رونانہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔

در نماز خم ابروئے تو یاد آمد

حالتے رفت کہ محراب پر فریاد آمد

حنفیہ زیارت شریف کو قریب بہ واجب کہتے ہیں اور اسی طرح مالکیہ، حنبلیہ نے تصریح کی ہماری کتب مذہب میں (۱) مناسک (فارسی) (۲) وطراہی (۳) وکرمانی، (۴) اختیار شرح مختار

۱۔ اس واقعہ کو علامہ احمد بن حجر عسقلانی نے "الحوہر المنظم" (الفصل الثانی، ص ۲۷، مطبوعہ بالمطبعة الخیرية) میں نقل کیا ہے اور امام تقی الدین عسقلانی نے "شفاء السقام" کے باب ثالث، ص ۵۳ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ یعنی، حالت نماز میں تیرے ابرو یاد آ گئے، جب وہ حالت رخصت ہوئی تو محراب تک نے فریاد کی۔

(۵) وقفاوی ظہیر یہ (۶) فتح القدیر (۷) ذخیرۃ المستفتین، (۸) ولسک و متوسط (۹) ولسک مقسط، و مخ الفخار (۱۱) مراقی الفلاح (۱۲) وحاشیہ الطحاوی علی المراقی (۱۳) و مجمع الانہر، (۱۴) عالمگیری وغیرہا میں اس کے قریب واجب ہونے کی تصریح و تقریر بلکہ خود صاحب مذہب سیدنا امام اعظم سے اس پر نص منقول "جذب القلوب" میں ہے "زیارت آنحضرت ﷺ نزدیکی حنیفہ از افضل مندوبات و اولک مستحبات است"۔ قریب بہ درجہ واجبات..... بہر حال جزم کیا جاتا ہے کہ باوجود قدرت تارک زیارت قطعاً محروم و ملوم و بد بخت۔ و مشوم آثم و گنہگار، و ظالم و جفا کار ہے۔ وَالْعَيَاذُ بِاللَّهِ عَمَّا لَا يَوْضَاهُ، لا جرم علمائے دین، وائمہ معتمدین۔ تارک زیارت پر طعن شدید و تشفیج مدیر کرتے آئے کہ ترک، مستحب پر ہرگز نہیں ہو سکتی۔

علامہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ امام ہمام نے "لباب" میں فرمایا کہ: ترک زیارت بڑی غفلت اور سخت بے ادبی ہے۔ امام ابن حجر مکی نے "جوہر منظم" میں تارک زیارت پر قیامت کبری قائم فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ: خبردار ہوا حضور اقدس ﷺ نے تجھے حد درجہ ڈرایا۔ اور اس کی آفتوں سے وہ کچھ بیان فرمایا کہ اگر تو اسے غور سے سمجھے تو اپنے اوپر ہلاکت و بد انجامی کا خوف کرے۔ حضور نے صاف فرمادیا ترک زیارت جفا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اقوال و احادیث کی روشنی میں تارک زیارت کا حکم صادر کرتے

ہوئے فرماتے ہیں.....

"وہ شخص نامراد، ذلیل و خوار، مستحق نار، خدا و رسول سے دُور ہے اس پر ان سب عذابوں پر، مردود بارگاہ ہونے کی دعائے حضرت جبرئیل امین اور حضور سید المرسلین نے فرمائی۔ وہ راہ جنت بھول گیا۔ حد بھر کا بخیل، ملعون، بے دین ہے۔ اپنے نبی

۱۔ اسی طرح امام عسقلانی نے "شفاء السقام" کے چوتھے باب کی ابتداء میں ابو منصور محمد بن کرم کرمانی کے "مناسک" اور عبد اللہ بن محمد موصلی (متوفی ۶۸۳ھ) کی "کتاب الاختیار" کے حوالے سے لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک روضہ انور کی زیارت مستحبات میں سب سے زیادہ افضل بلکہ درجہ وجوب کے قریب تر ہے۔

ﷺ کے دیدار جمال جہاں آرا سے محروم رہے گا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی" (۳۳)

یہ ہے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت اور ان کے عشق کا تیور کہ شہر محبوب خدا میں عدم حاضری کے لئے جو لوگ حیلے بہانے بناتے اور راہ فرار اختیار کرنے کی دھن میں ہوتے ہیں ان کی غیرت دینی، حمیت مذہبی کو ایسا لکارا اور ان کے فکر و خیال کی مصنوعی دیوار پر دلائل و حقائق کا وہ پتھر برسایا کہ بنیادیں ہل گئیں۔ تا رو پود بکھر گئے ہیں۔ ورق ورق ناموسِ عشق کی پاسبانی کر رہا ہے۔ اور صفحہ صفحہ غیرت حق کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ اس مدلل فتویٰ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح گفاد فرمادی ہے کہ بارگاہِ رسول کی حاضری قریب بہ واجب اور سرفرازی کو نین کی ضامن ہے۔ اور ترک زیارت اپنے محسن نبی پر جفا اور شقاوت دارین کا باعث ہے۔ قبول حق اور انصاف پسندی کی حرارت اگر نقطہ انجماد تک نہیں پہنچی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی روشنی اور رہبری میں آوارہ فکریں منزل نہ پائیں اور دل و دماغ کے خشک سوتے عشقِ نبوی کے آبِ ذلال سے سرشار نہ ہو جائیں۔ یہ ان کا کمالِ عشق ہے کہ وہ زندگی و بندگی کے ہر معاملے میں عشقِ مصطفیٰ کی چنگاری تلاش کرتے ہیں۔ وہ عشقِ مصطفیٰ سے ہٹ کر کسی عبادت و ریاضت کے قائل نہیں بلکہ وہ تو اسے ھَبَاءٌ مُّثْثُوْرًا، بیکار اور نا کارہ سمجھتے ہیں۔ سرکاری محبت کو اصل الاصول کا درجہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جانِ فروعِ غرر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اور اپنے ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں۔

"قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لئے بارگاہِ رب العزت میں لایا جائے گا اس سے سوال ہوگا کیا لایا؟ وہ کہے گا۔ میں نے اتنی نمازیں پڑھیں۔ علاوہ فرض

کے، اتنے روزے رکھے۔ علاوہ ماہِ رمضان کے۔ اس قدر خیرات کی، علاوہ زکوٰۃ کے۔ اور اس قدر حج کئے۔ علاوہ حج فرض کے۔ وغیرہ ذالک۔ ارشاد باری ہوگا

"هَلْ وَالَيْتَ لِيْ وَلِيًّا وَغَادَيْتَ لِيْ عَدُوًّا"

کبھی میرے محبین سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی "تو عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا و رسول کی محبت ایک طرف، اگر محبت نہیں سب عبادات و ریاضات بیکار (۳۴)

اسی میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

"نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکاری غلامی و بندگی کی فرع ہے جب تک کہ ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی ولہذا قرآنِ عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا فرمایا ﴿لَتُسَبِّحُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ وَتُعْزِزُوْهُ وَتُقَوِّرُوْهُ وَتَسْبِيْحُوْهُ بِكُورَةٍ وَّاَصِيْلًا﴾۔ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ یعنی نماز پڑھو۔ تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول مقبول نہیں۔ یوں تو عبد اللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو "عبد مصطفیٰ" ہے ورنہ عبد شیطان ہوگا وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی" (۳۵)

اللہ کا بندہ ہونا آسان ہے مگر رازِ بندگی کو سمجھنا بندگی کی تہہ میں چھپے ہوئے لعل و گہر سے آشنا ہونا۔ اور شانِ بندگی کو اس انداز سے دیکھنا جس انداز سے حضرت رضا بریلوی نے دیکھا ہے یہ انہیں کے عشق کا حصہ ہے۔ عبد اللہ بن جانے کی طرف جو آپ نے اشارہ کیا ہے وہ خود آپ کے فنائی الرسول سے فنائی اللہ ہو جانے کا روشن ثبوت ہے۔ فہم کا یہی عروج۔ فکر کا یہی ارتقاء اور فنا للبقاء کا یہی وہ داعیہ تھا جس نے آپ کو اپنے آبائی نام "احمد رضا" کے ساتھ "عبد مصطفیٰ" لکھنے

۲۱۰ حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزکاة، باب لیس علی المسلم فی فرسہ الخ (برقم: ۱۴۶۳) و باب لیس علی المسلم فی عبیدہ الخ (برقم: ۱۴۶۴) میں، مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الزکاة، باب لا زکاة علی المسلم فی عبیدہ و فرسہ (برقم: ۸-۹۸۲/۹) میں، ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے کتاب الزکاة، باب صدقة الرقيق (برقم: ۶۲۸) میں، نسائی نے اپنی "سنن" کے کتاب الزکاة، باب زکاة الخیل (برقم: ۲۴۶۹-۲۴۷۰-۱۴۷۱) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے ابواب الزکاة، باب صدقة الخیل و الرقيق (برقم: ۱۸۱۲) میں، دارمی نے اپنی "سنن" (برقم: ۱۶۳۲) میں، مالک نے "الموطا" کے کتاب الزکاة میں، احمد نے اپنی "المسند" (برقم: ۲۴۲/۲) میں روایت کیا ہے۔

۳۳ یعنی، بندہ خود کہے راست پر آئیں گے احمد ہیں تمام عالم کو کہے قل لعلہ

آخر نہ دیکھا جب اللہ ﷻ نے محمد ﷺ کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت کیا اور اس نور کی تعظیم کے لئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے نہ کیا۔ کیا وہ اس وقت عبد اللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کی مخلوق، اللہ کا مملوک نہ رہا، حاشا یہ تو ناممکن ہے۔ بلکہ نور مصطفیٰ کی تعظیم کو نہ جھکا "عبد المصطفیٰ" نہ بنا لہذا مردود ابدی، معلون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے چاہے "عبد المصطفیٰ" بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو۔ یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے وَالْعَبَاذُ بِاَللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (فتاویٰ افریقہ امام احمد رضا) (۳۶)

حضرت رضا بریلوی کمال کے متلاشی تھے اسی لئے ان کی نظریں سراپائے محبوب، تذکرہ محبوب میں کمال کو تلاش کر کے ہی رہتی تھیں۔ اُن کا معیار محبت اتنا بلند تھا کہ اس بلندی کو جھانکتے ہوئے کجکھانہ زمانہ کی کجکھا ہی عاجز ہے۔ تاہم بہت سے حضرات نے ان کے "شدتِ عشق" کو عقل کے پیانے سے ناپنے کی کوشش کی ہے۔ جذب محبت کو مختلف انداز سے سمجھا اور بیان کیا ہے۔ اور اس ضمن میں طعن و طنز کے تیر بھی چلائے ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ دشمن کون ہے.....؟ اور دوست کون.....؟ اللہ اور اس کے رسول کا وفادار کون ہے.....؟ اور غدار کون.....؟ کون کلیجے سے لگائے جانے کے قابل ہے.....؟ اور کون ٹھکرا دیئے جانے کے لائق.....؟ دوستی کا اصل معیار کیا ہے.....؟ حضرت رضا بریلوی نے باب مدیۃ العلم حضرت علی مشکعلیؑ کے قول سے اس کی عقدہ کشائی کی ہے۔ اور معیار محبت کو نکھار کر پیش کر دیا ہے۔ اور اس معیار محبت کی روشنی میں اپنی شخصیت کے بعض نجی پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایمان کی کلیاں جھومنے لگتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں انہیں کی زبانی۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:-

اَلَا عَدَاۗءُ ثَلَاثَۃٌ عَدُوْکَ وَ عَدُوْ صَدِیْقُکَ وَ صَدِیْقُ عَدُوْکَ

دشمن تین ہیں ایک تیر دشمن، ایک تیرے دوست کا دشمن اور ایک تیرے دشمن کا دوست

اللہ عزوجل کے دشمن تینوں قسم کے ہیں۔ ایک تو ابتداء اس کے دشمن، دوسرے وہ کہ محبوبانِ خدا کے دشمن ہیں۔ تیسرے وہ کہ ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں..... ہر مسلمان پر فرضِ اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے۔ اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے یہ ہمارا عین ایمان ہے..... بھگد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔" (۳۷)

اسی میں آگے چل کر ہے.....

"الحمد للہ کہ میں نے مال "مِنْ حَيْثُ هُوَ مَالٌ" سے کبھی محبت نہ رکھی صرف "اِنْفَاقٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد "مِنْ حَيْثُ هُوَ اَوْلَادٌ" سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم، عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے، اور یہ میری اختیاری بات نہیں۔ میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔" (۳۸)

حضرت رضا بریلوی اپنی محبت کے اسی میزان پر سب کو توالتے تھے ذرا سی بھی اگر کمی پائی یا جھول دیکھا۔ یا ناال منول کی کیفیت پائی تو فوراً آپ نے تنبیہ کیا۔ مان گیا۔ تو ٹھیک ہے ورنہ شرعی حکم سامنے رکھ دیا، بہت سے لوگ جو اس معیار پر پورا نہیں اترتے تھے۔ پھر نتیجہ کے طور پر حضرت رضا بریلوی کے محاسبہ و تنقید کا شکار ہو جاتے تھے۔

دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا بیگانہ، چھوٹا ہو یا بڑا جو حضرت رضا بریلوی کے اس معیار کی زد پر جو بھی پڑا کٹ کے رہ گیا، وہ پورے عالم اسلام کے رہنما تھے، عالم اسلام کے لئے ان کا ضابطہ تھا، کہیں سے بھی کسی نے اگر ادب و توقیر میں کمی ہے تو آپ نے فوراً ٹوکا، تعلیم ادب سے نوازا، پوسٹ کارڈ وغیرہ کھلے کاغذ پر عام طور پر لوگ بڑی بے تکلفی سے اللہ اور رسول کا نام لکھتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کا جذبہ عشق و احتیاط دیکھئے وہ پوسٹ کارڈ وغیرہ پر اپنے مطلوب و محبوب کا نام نامی اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ کھلا ہونے کی وجہ سے نہ معلوم اس پر کس کس کا ہاتھ پڑے گا۔ ان کے محبوب کے نام اقدس پر ہر کسی کا ہاتھ پڑا کرے یہ ان کو گوارہ نہیں تھا۔ فرماتے ہیں.....

"میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا۔ اسمِ جلالت "اللہ اور محمد، اور احمد اور نہ کوئی آیت کریمہ مثلاً اگر رسول اللہ ﷺ لکھتا ہے تو یوں لکھتا ہوں۔ حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، یا اسمِ جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ (۳۹)

ان کا مزاج کیسا ادب شناس، احترام آشناء اور تعظیم و توقیر کے تقاضوں سے آگاہ تھا۔ سرور کائنات کے حضور انہیں ایسے الفاظ کا استعمال بھی پسند نہیں تھا جس سے تصغیر کی بو آئے۔ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں نے آپ سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ "حسین" اور "زاہد" بھی تھا۔ حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ "حسین" صیغہ تصغیر ہے، اور "زاہد" اُسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن پھر میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ "حسین" کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمتِ شان ظاہر کر رہا ہے اب درود شریف کی عبارت یوں ہوگئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نِ الْمُسْطَفٰی
رَفِیْعِ الْمَكَانِ الْمُتَرَفِّعِ عَلٰی الشَّانِ الَّذِیْ رَجَبِلْ مِنْ اُمَّتِهِ خَیْرٌ مِنْ رِجَالِ السَّالِفِیْنَ
وَ حَسْبِیْنَ مِنْ زُمْرَتِهِ اَحْسَنَ مِنْ كَذَا وَ كَذَا وَ حَسْبُنَا مِنَ السَّابِقِیْنَ وَ

درود شریف کی تکمیل بھی ہوگئی۔ لفظ حسین کا موزوں استعمال ہو گیا۔ میاں صاحب کی بات بھی رہ گئی اور ادب کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔ آپ کا یہ وہ وصف ہے۔ جس نے اربابِ نظر اور صاحبِ دل سب سے یکساں داؤدِ تبریک وصول کیا ہے۔ ان کا سب کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف "مَنْ أَحَبَّ

و یعنی، اے اللہ، درود و سلام بھیج اور برکت عطا فرما ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر، جو مصطفیٰ (برگزیدہ) بلند مقام، مرتضیٰ (پسندیدہ) بلند شان ہیں جو اپنی امت سے رجیل ہیں رجالِ السالین سے بہتر ہیں اور خوش شکل ہیں اپنی جماعت سے۔ احسن ہیں ایسے اور ایسے۔ اور خوبصورت ہیں سابقین سے۔

لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْاٰیْمَانَ" وا کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اگر وہ بد بند ہیوں اور بے دینوں پر اشد تھے، تو دینداروں اور علمائے اہلسنت کے لئے ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی زندہ تصویر بھی تھے۔

"الکوثر الشہابیہ" میں فرماتے ہیں.....

"آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے، یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا مذب ہو۔"

غرض کہ ان کی حیات ہو یا وفات۔ ان کی ذات ہو یا صفات، معاملات ہوں یا عبادات دوستی ہو یا دشمنی۔ تحریر ہو یا تقریر جہاں کہیں بھی دیکھئے عشقِ رسول کی جلوہ طرازی یا ضرور نظر آئیں گی۔ وہ جی رہے تھے تو یا د مولیٰ میں اور جانے کی تمنا ہے تو وہ بھی یا د مولیٰ میں ان کے در و جگر کی ٹیس دیکھئے۔ مولانا عرفان الحق کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے۔ اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو، اور وہ قادر ہے۔ (۴۱)

اپنے کئی خطوط میں آپ نے سفر آخرت کا ذکر فرمایا ہے تحریر کا انداز بتا رہا ہے جیسے تیاری ہو رہی ہو۔ نہ کوئی گھبراہٹ نہ کوئی پریشانی جیسے رختِ سفر باندھا جا رہا ہو۔ جیسے وقتِ وصال محبوبِ قریب سے قریب آ گیا ہو۔ "بے شک قرآن کریم میں انہی حضرات کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي

و اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی "سنن" (برقم: ۴۶۸۱) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشكاة المصابيح" کے کتاب الإیمان، الفصل الثانی (برقم: ۲۹۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔

عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۱۰۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ آ۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں چلا جا ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾^۱ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی (۲۲)

اپنے مولیٰ کی رضا پر وہ ایسے راضی تھے کہ انہی پہ یقین تھا کہ:-

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشتے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی
قبر کی تاریکی۔ اکیلا پن، اندھیرا گھر اور اس پر نکیرین کے سوالات یہ وہ خدشات ہیں
کہ بڑے بڑے سو ماؤں کہ کلیجے دہل جاتے ہیں۔ مگر حضرت رضا بریلوی کا سکون دیکھئے۔
فرماتے ہیں:-

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سوتا ملا
جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ کی
ظلمتِ قبور کو دور کرنے کا کوئی اور مادی ذریعہ ہوتا تو لوگ نہ جانے اس کے لئے کیا
کرتے دولت و ثروت کے عوض اگر ملنے والی چیز ہوتی تو عظیم سلطنت کا سودا کرنے سے بھی لوگ
دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اسے کیا سمجھتے یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں
ہے حضرت رضا بریلوی نے تمام مومنین کے لئے روشنی کا سامان کر دیا ہے۔ جو چراغ فکر آپ نے
جلایا ہے جس کا جی چاہے فائدہ اٹھالے۔
دیکھئے کس یقین کے ساتھ فرماتے ہیں:-

لحد میں عشق زرخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

۱۔ سورۃ الفجر: ۲۷/۱۸۹-۲۸-۲۹-۳۰

۲۔ سورۃ المائدہ: ۱۱۹/۵، و التوبہ: ۱۰۰/۹، و المجادلہ: ۲۲/۵۸، و البینہ: ۸/۹۸

واہ کیا بات ہے رضا کے عشق کی زمین کے اوپر رہا تو عشقِ مصطفیٰ کا چراغ فروزاں کرتا
رہا دلوں کی بنجر اور سنسان آبادی کو عشق کے نغموں سے گرما تا رہا۔ دوست و دشمن کو اپنے اسی لگن اور
مشن کا پیغام بانٹتا رہا، زمین کے اندر گیا تو بھی عشق کی سوغات نور لیتا گیا۔ مرقدِ رضا پر آج جو نور و
ضیاء کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ روشن روشن اور جگمگ جگمگ جو فضا ہے اسے ہر زاہد اپنی نگاہ ظاہر
سے بھی محسوس کر سکتا ہے۔ یہ جلوہ عشق اس کی شخصیت پر کہاں تک چھایا ہوا اور کس انداز سے ان کی
حیات میں رچا بسا ہوا ہے۔

ذرا قبر سے بروز حشر اٹھنے کا یہ انداز تو دیکھئے:-

یا الہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اس جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کروڑوں جہاں قربان
کئے جاسکتے ہیں کیا ایمان افروز دیوانگی ہے، اور جہاں بھی ہے یہ شیفگی و نیاز کیشی اور ذوقِ فدائیت
اپنے پورے شباب پر ہے۔ قیامت کی ہولناکی، افراتفری و نفسا نفسی سے کون واقف نہیں ہے۔ مگر
جو رحمتِ عالم کے دامنِ کرم میں چھپا ہو۔ جو ان کے سایہ عاطفت میں جگہ پا چکا ہو وہ تو وہاں بھی
ان کی مدح سرائی اور نعت خوانی کی آرزو کر رہا ہے۔ دو بند سلام کے نذرانے پیش کر لوں۔ اسی
حسرت میں مچل رہا ہے دیکھئے ان کے حریم خیال کی جمال آفرینی فرماتے ہیں۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھینچیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

حوالے

حضرت رضا بریلوی کی شخصیت تصور عشق کے حوالے سے

۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۳۴
۲	اقامتہ القیامۃ (مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲)	امام احمد رضا	ص ۷۸
۳	اقامتہ القیامۃ (مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲)	امام احمد رضا	ص ۷۷
۴	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۹۴
۵	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۱۰۳
۶	الامن والعلی	امام احمد رضا	ص ۲۱۹
۷	صلوات الصفائی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ)	امام احمد رضا مطبوعہ کراچی ملخصاً	ص ۶۱، ۵۹
۸	خالص الاعتقاد (۱۳۳۸ھ)	امام احمد رضا مکتبہ مشرق بریلی	ص ۵۱
۹	المفہوم ۲	حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا قادری	ص ۴۵
۱۰	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۳، ۴۲
۱۱	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۴، ۴۳
۱۲	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۵۰

۱۳	عشق کی سر فرازیاں	مولانا مبارک حسین مصباحی	ص ۹۰، ۸
۱۴	امام احمد رضا اور تصوف	مولانا محمد احمد مصباحی	ص ۴۱، ۴۰
۱۵	اکرام امام احمد رضا	مولانا برہان الحق	ص ۸۰، ۷۸
۱۶	دلی کی آشنائی	علامہ ارشد القادری	ص ۱۵، ۱۳
۱۷	قاری کا امام احمد رضا نمبر دہلی	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۵۹
۱۸	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدرالدین	ص ۳۹۱
۱۹	فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲	امام احمد رضا	ص ۱۳۹، ۱۳۸
۲۰	امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا	مولانا حسین رضا	ص ۲۲
۲۱	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری	ص ۲۰۰، ۱۹۹
۲۲	المفہوم ۱	حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ	ص ۳۷
	رضا قادری		
۲۳	قاری کا امام احمد رضا نمبر۔ (دہلی)	اپریل ۱۹۸۹ء	ص ۲۴۸
۲۴	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۰۸
۲۵	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۵۶
۲۶	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۵۵۲
۲۷	فتاویٰ رضویہ جلد ۱	امام احمد رضا	ص ۴۴۲
۲۸	حیات اعلیٰ حضرت ج ۱	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۸۳
۲۹	مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی مرتبہ مولانا محمود احمد قادری		ص ۱۸
۳۰	حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری	ص ۲۰۹
۳۱	امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	مولانا کوثر نیازی	ص
۳۲	الطرقۃ الرضیہ	امام احمد رضا، الجملۃ	ص ۲۶
	الاشرفیہ مبارکپور		

۳۳ البیروہ الوضیہ

امام احمد رضا، ناشر الجامعہ

الاشرفیہ مبارکپور ملخصاً

۳۴ المفلووظ جلد ۱

مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ

رضا قادری

۳۵ المفلووظ جلد ۱

مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ

رضا قادری

۳۶ فقیہہ اسلام

ڈاکٹر حسن رضا

۳۷ المفلووظ ج ۲

مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ

رضا قادری

۳۸ المفلووظ ج ۳

مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ

رضا قادری

۳۹ المفلووظ ج ۱

مرتبہ مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ

رضا قادری

۴۰ قاری کا امام احمد رضا نمبر (دہلی)

اپریل ۱۹۸۹ء

۴۱ حیات اعلیٰ حضرت

مولانا ظفر الدین بہاری

۴۲ اکرام امام احمد رضا (حاشیہ)

مولانا بہار الحق

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی سرگرمیاں

مفت واری اجتماع :-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام ہر پیر کو بعد نماز عشاء تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کا نغدی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس سے ہر ماہ ایک پیر علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب "درس قرآن" اور ایں پیر علامہ محمد مختار اشرفی "درس حدیث" اور باقی دو پیر مقتدر و مختلف علمائے اہلسنت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلہ اشاعت :-

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنت کی کتب و رسائل مفت شائع کر کے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جن سے اہل اسلام کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ و ناظرہ :-

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی :-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت صبح و رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں جس میں دورہ حدیث تک کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء :-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت ایک دارالافتاء قائم ہے جس سے قریب و جوار کے رہنے والے اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے استفادہ کرتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری :-

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

مقام فکر و غور

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ

(ترجمہ) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

ذرا سوچئے..... کیا ہم اس ارشاد نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔

اگر نہیں تو آئیے.....!

نور مسجد کاغذی بازار میں قائم درس نظامی کی صبح و رات کی کلاسز میں روز و شب علم دین کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تفیل فرمان نبوی ﷺ میں دیر مت کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(ترجمہ) تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

کیا آپ نہیں چاہتے کہ ارشاد نبوی ﷺ کے بموجب آپ کا شمار بھی بہترین افراد میں سے ہو۔

اگر ہاں.....! تو آج ہی آئیے اور نور مسجد کاغذی بازار میں موجود مدارس حفظ و ناظرہ سے

قرآن پاک کی تعلیم حاصل کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم:

مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا زَارَنِي

(ترجمہ) جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی۔

یقیناً آپ بھی اپنا شمار ان خوش نصیبوں میں کروانا چاہیں گے جن کی طرف فرمان نبوی ﷺ اشارہ کر رہا ہے۔

اگر ہاں.....! تو ہر پیر کو نور مسجد کاغذی بازار میں ضرور تشریف لائیں۔

جہاں ہفتہ واری اجتماع میں مختلف و مقتدر عالم مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں۔

نہ صرف ان کی دید سے مشرف ہوں بلکہ علم دین کے موقی بھی پائیں۔

منجانب

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان